گوشہ ءفقہاء

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید محمد قطب الدین حسینی صابریؒ (انڈیا)

(قسط دوم)

جس زمانہ میں اسلامی علوم وفنون کی تدوین کا آغاز ہوا، عرب کے خاندانی افراد مثلاً قریش اور قریش کے مختلف خانوادے کے لوگ عموماً سیاسی مشاغل اور حکومتی قصوں میں الجھے رہے، عام پبلک بھی اور حکومت بھی اسلام کی ایسی تفصیلی شکل کا مطالبہ کررہی تھی جو زندگی کے تمام شعبوں اور ہر شعبہ کی تمام شاخوں پر عملاً منطبق ہوسکے۔ یہ ایک موقع تھا جس سے ملک کے ان خاندانوں نے نفع اٹھالیا جن کا حکومت سے تعلق نہ تھا اور اسی لئے فقہ ہو یا حدیث یا تجوید وقراۃ ان تمام علوم کے آئمہ وماہرین کا تعلق زیادہ تر موالی یا ایسے خاندانوں سے ہے جنھیں ملک میں سیاسی حیثیت سے کوئی اہمیت نہ تھی

لیکن امام شافعی جنھوں نے فقہ کو حدیث وقرآن کے ساتھ وابستہ کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا، یہ عہد صحابہ وتابعین کے بعد پہلے قریشی امام ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی مقبولیت میں ایک حد تک ان کی اس نسبی خصوصیت کو بھی دخل ہے۔ اس وقت مجھے بنی امیہ کے خلیفہ غالباً سلیمان بن عبدالمالک کا وہ قول نہیں مل رہا ہے کہ سلیمان کو جب دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کے عہد میں مسلمانوں کے تمام مرکزی مقاموں کے دینی پیشوا بجز ایک کے سب موالی ہیں تو سلیمان نے یہ سن کر سینہ پیٹ لیا اور بولا اگر آخر میں تم ایک عربی نژاد عالم کا ذکر نہ کرتے تو میں بدحواس ہوجاتا۔

جیسا کہ بیان کرچکا ہوں، امام شافعی کو مصر میں بیس سال تک علم کی خدمت کرنے کا موقع ملا اور اشہب جوان کی موت کی تمنا میں رہتے تھے ان سے ایک مہینہ پہلے آپ نے وفات پائی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام کے بعد ان کے کارناموں کی حفاظت واشاعت کے لئے سعید ولائق شاگردوں کی ایک جماعت موجود تھی لیکن سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا صورت پیش آئی کہ ان کی زندگی میں لوگوں پر جوان کا رعب تھا، بظاہر وفات کے بعد اس کی وہ پہلی کیفیت باقی نہ رہی۔ یہی نہیں کہ ان کے بعد ان کے بعض شاگردوں مثلاً حرملہ نے امام کی رایوں سے

☆بیع من یزید: بولی کی بیع (یعنی جو زیادہ قیمت لگائے گا) اسی کو شے فروخت کی جاتے گی☆

اختلاف کرنا شروع کیا جیسا کہ نووی نے لکھا ہے کہ له مذهب لنفسه (ان کا خود ایک مذہب ہے) حسن المحاضرہ ص ۱۲۳

بلکہ وہی مالکی امام یعنی محمد بن عبداللہ بن الحکم جنھوں نے امام کے اثر سے مالکی طریقہ کو ترک کر کے ان کی شاگردی اختیار کر لی تھی، کہا جاتا ہے کہ:

لما مات الشافعي رجع الى مذهب مالك (حسن المحاضرہ ص ۱۲۴)

ترجمہ: جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو وہ امام مالک کے مذہب کی طرف لوٹ گئے۔

اور ٹھیک جس طرح مالکی مذہب کے ترک کرنے کا شافعی مسلک کی مقبولیت پر اثر پڑا تھا محمد بن عبداللہ بن الحکم کے برگردہ ہو جانے سے بھی شافعیت کی تحریک مصر میں متاثر ہوئی۔

محمد بن عبداللہ الحکم نے امام شافعی کے مسلک میں کیا نقص بعد کو محسوس کیا۔ افسوس ہے کہ اب تک تاریخوں میں مجھے اس کا کوئی معتبر جواب نہیں ملا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان سے جس وقت کتاب اور سنت رسول ﷺ کا نام لے کر اپیل کی جاتی ہے تو انسان جو حتی الوسع یقین کا طالب ہے، اس پر یہ آواز اثر انداز ہوتی ہے لیکن دوسری بات کہ امام مالک مدینہ کے چند فقہاء کے اقوال کو اور امام ابوحنیفہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ تجربہ سے عموماً یہ دعوی ہمیشہ بے بنیاد ثابت ہوا ہے بلکہ تحقیق سے بالآخر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے فقہاء ہوں یا امام ابوحنیفہ اور ان کے کوفی اساتذہ حماد، ابراہیم نخعی، علقمہ، اسود، ان سبھوں کے فتوؤں کی بنیاد بالآخر کسی صحیح حدیث یا کم از کم ان اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل پر مبنی ہے، جن کے ساتھ قرآن میں اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی اتباع کا امت کو حکم دیا ہے۔ غالباً یہی واقعہ محمد ابن عبداللہ کو بھی پیش آیا، لیکن اسی کے ساتھ شافعیت کی تحریک کا ایک نفع امت کو ہمیشہ یہ پہونچتا رہا ہے اور انشاء اللہ تعالی قیامت تک پہونچتا رہے گا کہ جب کبھی مسلمانوں کے علماء، فقہ اور فقہی جزئیات میں غلو کرتے ہوئے، قرآن وحدیث سے کچھ دور ہوتے ہیں تو ہمیشہ ہر ملک میں اس تحریک نے اٹھ کر مسلمانوں کو چونکایا اور اصلی سرچشمہ سے کہیں یہ ٹوٹ نہ جائیں، اس مصیبت سے بچایا ہے۔ گویا قدرت نے اسلام میں اس جماعت کو حزب الاختلاف کی حیثیت سے پیدا کیا ہے جو ہر تھوڑے دن کے بعد مسلمانوں کو مجبور کرتی ہے کہ اپنی مذہبی زندگی کا وہ جائزہ لیں اور ان کو اساسی مستندات پر پیش کر کے جانچ لیا کریں اور اسی چیز نے بحمد اللہ مسلمانوں کو کتاب وسنت سے (اگر کبھی یہ دور بھی ہو گئے ہیں) قریب رکھا ہے امام احمد بن حنبل سے جو بعدہ

بیع بالقاء الحجر: بائع یا مشتری کہے اگر میں نے مبیع پر پتھر پھینک دیا تو ہم میں (ہمارے درمیان) بیع ہو گی۔

منقول ہے کہ:

مابت منذ ثلاثین سنة الا وانا ادعو للشافعی (ابن خلاکان ص ۴۷ ا ج ا)

ترجمہ: میں تیس (۳۰) سال تک ہمیشہ، امام شافعی کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔

تو اس کا غالبا یہی مطلب ہے کہ حضرت امام شافعی کا امت پر یہ ہمیشہ کے لئے ایک بڑا احسان رہ گیا اور یہ واقعہ ہے کہ ہمیشہ اس تحریک کے بعد ان لوگوں کو بھی جو آئمہ ھداۃ میں سے کسی امام کے مسلک کے ساتھ اپنے کو مقید رکھتے ہیں، ان کی نگاہ میں بھی تقلید کے ساتھ تحقیق کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا ان کی تقلید نری تقلید نہیں بلکہ تحقیقی تقلید ہوتی ہے۔ محمد بن عبداللہ ہی کے متعلق کتابوں میں لکھتے ہیں کہ گوانھوں نے مالکی مسلک کو پھر قبول کرلیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ امام شافعی کی صحبت وتعلیم کا ان پر یہ اثر باقی رہ گیا تھا کہ:

ربما یتخیر مذهب الشافعی عند ظهور الحجة (احسن المحاضرة ص ۲۴ ج ا)

بعض دفعہ حجت (دلیل) ظاہر ہو جانے کے وقت وہ امام شافعیؒ کے مسلک کو اختیار کرتے تھے۔ مگر کچھ بھی ہو، امام شافعی کی وفات کے بعد ان کے مسلک کا وہ زور وشور مصر میں باقی نہ رہا۔ خصوصا محمد بن عبداللہ کے طرز عمل سے شافعیت کے بازار کی گرمی نسبتا کچھ سردی پڑ گئی اور مختلف جہات سے امام پر نکتہ چینیاں شروع ہوگئیں۔ خصوصا امام اشہب کے تلامذہ اور ماننے والوں کو تو اچھا موقع ہاتھ آیا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا امام کے حلقہ درس کا تعلق تو بویطی سے تھا اور کتابوں کی تدوین اور اشاعت کی ذمہ داری ربیع الموذن نے لی تھی لیکن مخالفت کے اس طوفان کے مقابلہ کے لئے امام کے شاگردوں میں جو شخص آستین چڑھا کر کھڑا ہو گیا وہ ان کے شاگرد المزنی ابوابراہیم اسمعیل تھے اسی وجہ سے مورخین نے ان کا لقب ہی "ناصر المذہب"، قرار دے رکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ روایت کہاں تک درست ہے کہ:

قال الشافعیؒ فی حق المزنی ناصر مذهبی (ص ۱۷ ابن خلکان ج ا)

امام شافعیؒ نے امام مزنی کے حق میں فرمایا کہ میرے مذہب کے مددگار ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام شافعی نے بطور پیش گوئی کے، یا ان کی فطرت کا اندازہ فرمانے کے بعد کہا تھا کہ

المزنی لو ناظر الشیطان لغلبه (ص ۲۳ ا حسن المحاضرہ)

مزنی اگر شیطان سے بھی مناظرہ کریں تو اس پر غالب آجائیں گے۔

تاریخ میں ان کے لئے خاص خاص الفاظ غالبا اسی خدمت کے معاوضہ میں استعمال کئے جاتے ہیں مثلا

☆ توکیل: جس تصرف کا خود مالک ہے غیر کو اس تصرف میں اپنے قائم مقام کردینا ☆

كان جبل علم مناظر امحجاجا(ص ۲۳ ا حسن المحاضرہ)

وہ علم کا پہاڑ مناظرہ کرنے والے، دلیل کے ذریعہ غالب آنے والے ہیں

بہر حال یہ قصے تو موالک اور شوافع کے درمیان مصر میں جاری تھے، رہی حنفیت سو ابتدائی حال تو اس کا وہی تھا کہ مصری قاضی اسمعیل بن الیسع کو صرف اس لئے برداشت نہ کر سکے کہ وہ حنفی تھے اور یہ حال تو مصر کا اس وقت تھا جب اس ملک پر زیادہ تر مالکیت ہی کا رنگ غالب تھا۔ پھر امام شافعی کی تشریف آوری کے بعد شافعیت کے اثرات بھی اس ملک پر قائم ہوئے تو بظاہر یہی قیاس ہونا چاہئے کہ حنفیت سے بجائے قرب کے بعد ہوا ہوگا، لیکن جہاں تک واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، چند قدرتی امور ایسے پیش آتے رہے کہ معاملہ کی نوعیت یہ نہ ہو سکی۔

ایک بڑا واقعہ تو قاضی اسحاق بن الفرات التحیی کے تقرر ہی کا ہے، ان کے تقرر کا قصہ بھی عجیب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ امام شافعی جس زمانہ میں مصر آئے ہیں، ان سے کچھ دن پہلے حکومت عباسیہ کے اس انقلاب کی بدولت (یعنی محکمہ عدلیہ کے قاضی ابو یوسف کے اختیار میں آجانا) اس کی وجہ سے جہاں اور تمام علاقوں میں زیادہ تر حنفی مکتب خیال کے قضاۃ کا تقرر ہوا، مصر میں بھی حکومت نے ایک کوفی عراقی قاضی کو بھیجا جن کا نام محمد بن مسروق تھا، یہ بڑے جاہ وجلال کے قاضی تھے۔ ان سے پہلے مصر میں قضاۃ سرکاری کاغذات کو بستہ میں باندھ کر اپنے ساتھ لایا کرتے تھے۔ مگر اس شخص نے باضابطہ دفتر قائم کر کے تمام متعلقہ کاغذات کو مہر لگانے کے بعد دفتر ہی میں محفوظ کرانے کا طریقہ جاری کیا، مگر ظاہری جاہ وجلال کے سواء باطن کچھ بہتر نہ تھا، السیوطی نے لکھا ہے:

لم يكن المحمود في ولائته وكان فيه عتو وتجبر (ص ۸۹ جلد ۲ حسن المحاضرہ)

ترجمہ: وہ اپنے محکمہ میں اچھے نہیں تھے ان کے اندر سرکشی اور بڑائی کا جذبہ تھا۔

اور غالباً ان ہی وجوہ سے مصریوں نے اس حنفی قاضی کو بھی واپس کیا، اسی زمانہ میں امام شافعیؒ قیام کرنے کے لیے مصر پہونچے۔ محمد بن مسروق کی جگہ قاضی کی تلاش تھی۔ حافظ ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق بن الفرات کا محمد بن مسروق الکندی کی جگہ قضا کے عہدہ پر جو نیا نیا تقرر ہوا، اس میں امام شافعی کا بھی ہاتھ تھا، امام کا قول یہ نقل کیا ہے کہ:

اشرت الى بعض الولاة ان يولى اسحاق بن الفرات القضاء ص ۱۴۲

میں نے بعض حاکموں کو مشورہ دیا کہ وہ اسحاق بن فرات کو منصب قضاء پر تقرر کریں۔

☆ حجر: بچپن یا غلامی یا جنون کی وجہ سے قولی تصرف سے منع کرنا ☆

اسحاق بن الفرات اگر چہ مسلکا حنفی تھے،لیکن باوجود اس کے بھی حضرت امام شافعی نے ان کی بحالی کی جوسفارش کی،اس کی وجہ بھی خود ہی یہ بیان فرمائی ہے کہ

فانه يتخير وعالم باختلاف مامضى (ص ايضا تهذيب)

ترجمہ:وہ اپنے ذاتی طور پر کسی رائے کواختیار کرتے تھے اوروہ گزشتہ احوال ومسائل سے باخبر تھے۔

جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ گوعموی طور پران کارجحان اسلامی قانون کی تشریح میں حنفی مکتب خیال کی طرف تھا،لیکن اس کے ساتھ خود اپنی ذاتی رائے بھی رکھتے تھے،''**فانه يتخير**،،کا بھی مطلب ہے،''**وعالم باختلاف مامضى**،،سے اشارہ اس طرف تھا کہ حوادث وواقعات پر حکم لگانے میں یہ فوراقیاس کی طرف رجوع نہیں کرتے،بلکہ گزشتہ بزرگوں کے اختلافات کے چونکہ عالم ہیں،اس لئے ان کو بھی اجتہاد کے وقت پیش نظر رکھتے ہیں،اس سے اگرایک طرف حضرت امام کی بے تعصبی کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ان کا جونصب العین تھا۔اس پرروشنی پڑتی ہے۔اسحاق کے بعد حنفیوں میں سے اور بھی چند قضاۃ مصر میں آتے رہے۔جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحب زادے عبدالرحمٰن کے خاندان کے ایک بزرگ ہاشم بن ابی بکر بن عبداللہ بن ابی بکر بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں،السیوطی نے اورصاحب جواہر مضیہ نیز الکندی،سبھوں نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

كان يذهب بمذهب ابى حنيفه (حسن المحاضره ص ۸۹ ج ۲)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی کے مذہب پر چلتے تھے

ان سے پہلے مصر میں حضرت عمر کے خاندان کے ایک آدمی قاضی تھے جن کا نام عبدالرحمٰن العمری تھا اور ہاشم ''البکری،،کی نسبت سے منسوب تھے،عبدالرحمٰن اپنی ولائت میں محمود ثابت نہ ہوئے''البکری،،اور''العمری،،دونوں قاضیوں کے درمیان حساب وکتاب کے معاملات میں بعض واقعات پیش آئے تاآینکہ العمری کوجیل جانا پڑا،رات کودیوار پھاند کر بھاگے،شاعر نے شعر کہا:

هرب الخائن ليلا لجمع　　　واتى امر اقبيحا فافتضح

الغرض ہاشم ان خوش قسمت قاضیوں میں ثابت ہوئے،جن کے متعلق مورخین نے

توفى بمصر وهو على قضائها (الكندى)

مصر میں اپنے زمانہ قضاء کے دوران انتقال کئے لکھا،ورنہ اس زمانہ میں ایساواقعہ بہت کم پیش آتا تھا،بظاہر ایسا

☆خیارشرط:کسی چیز کوخریدتے وقت لینے یانہ لینے کا اختیار رکھنا☆

معلوم ہوتا ہے کہ ہاشم کی وجہ سے مصریوں پر حنفیت کے متعلق اچھا اثر پڑا تھا لیکن ان کے بعد ابراہیم بن الجراح جو قاضی ابو یوسفؒ کے ممتاز تلامذہ میں تھے بلکہ انھیں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ:

هو آخر من روى عن ابى يوسف

ترجمہ: وہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے آخری شخص ہیں

افسوس ہے کہ باوجود فضل وکمال کے اپنے لڑکے کی اندھی محبت میں صراط مستقیم پر قائم نہ رہ سکے، السیوطی اور الکندی دونوں نے لکھا ہے کہ فلما قدم ابنه من العراق تغير حاله وفسدت احكامه (ص ۸۹ حسن الحاضره)

ترجمہ: پس جب ان کے صاحبزادے عراق سے آئے تو ان کا حال بدل گیا اور ان کے احکام میں بگاڑ آ گیا۔

الغرض اچھے ہوں یا برے، لیکن حنفی قاضیوں کی آمد و رفت سے امام ابو حنیفہ سے مصریوں میں جو وحشت تھی، وہ بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی، لیکن پھر بھی جیسا کہ چاہئے تھا، کتابی شکل میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے علوم سے مصری دراصل اس وقت صحیح طور پر واقف نہ ہوئے، جب تک ایک واقعہ نہ پیش آیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ مغرب (قیروان) کے ایک صاحب جن کا نام اسد الدین بن الفرات تھا، یہ طلب علم کے شوق میں مغرب سے مصر پہونچے اور امام مالک کے تلامذہ خصوصاً ابن القاسم سے ان کو بڑی خصوصیت پیدا ہوگئی، کچھ دن ان کے پاس قیام کرکے اپنے ملک کے دستور کے خلاف بجائے وطن کی طرف واپس لوٹنے کے یہ مصر سے "العراق"، پہونچ گئے۔ عراق میں ان کی رسائی محمد بن الحسن الشیبانی تک ہوگئی۔ ایک پڑھے پڑھائے عالم شاگرد کا ہاتھ آنا، امام محمد کی خاص توجہ کا باعث ہوا۔ مورخین کا بیان ہے کہ امام محمد نے اسد بن الفرات کو صرف پڑھایا ہی نہیں تھا بلکہ "زقه محمد بن الحسن الشيباني الفقه زقا"، امام محمد بن حسن نے ان کو فقہ گھول کر پلا دی (نظرۃ تاریخیہ تیمور پاشاہ مصری) یعنی جیسے کبوتر اپنے بچوں کی چونچ میں چونچ ڈال کر دانا کھلاتے ہیں، گویا اسی طرح امام محمد نے حنفی فقہ اور اس کے ملاحظ و نقاط نظر، اسد بن الفرات کو گھول کر پلا دیا، اسد عراق سے ایک نئے علم اور اس کے ذخیرے کو لے کر جب دوبارہ لوٹ کر مصر آئے تو عراق میں "اسلامی قانون"، کی تدوین کا کام جس شان سے ہوا تھا، اس کی رپورٹ، مصری علماء کو انھوں نے ان الفاظ میں سنائی۔ امام طحاوی نے دو (۲) واسطوں سے اپنی تاریخ میں اسد بن الفرات سے یہ بیان نقل فرمایا ہے:

كان اصحاب ابى حنيفه الذين دونوا الكتاب اربعين رجلا وكان فى العشرة المتقدمين

ابویوسف وزفر وداؤد الطائی واسد بن عمرو یوسف ابن خالد السمتی ،ویحی بن زکریا بن ابی زائدہ وھوالذی یکتبھا لھم ثلثین سنۃ (الجواھر المضیہ بحوالہ تاریخ طحاوی ص ۱۴۰ ج ۱)

ترجمہ:امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے شاگردوں کی تعداد جنھوں نے فقہ کو مدون کیا، چالیس تھی اوردس پیش قدمی رکھنے والوں میں حضرت امام ابویوسف اورامام زفراورداؤدطائی، اسدبن عمرو، یوسف بن خالد، یحیی بن زکریابن ابی زائد ہیں اور یہ وہ ہیں جوتیس سال تک اس کو(ان کی آراء) کولکھتے تھے۔

تیس سال تک ''وضع قوانین،، کی اس مجلس ۳ کو ایسے زبردست اراکین اورممبروں کی رہنمائی میں کام کرنا، جن میں ہرایک اسلامیات اورعربی ادبیات کے کسی نہ کسی شعبہ کاامام ہواورامام ابوحنیفہؒ جیسے صدرکی نگرانی میں یہ کام ہوتارہاہو، اندازہ کیاجاسکتاہے کہ مصری علماء جواب تک اس طریقہ سے ناواقف تھے، ان پرکیااثرہواہوگا، ان حضرات کومالکی فقہ یاشافعی مجتھدات کے متعلق جوکچھ تجربہ ہواتھا، وہ انفرادی کام کاہواتھا، یعنی ایک عالم اپنے معلومات کوسامنے رکھ کرذاتی طورپرحوادث وواقعات کے متعلق اپنی رائے قائم کرتاتھا۔لیکن یہ صورت کہ صدرمجلس شریعت اسلامی کے ہرباب کے متعلق روزانہ سوالات کی ایک فہرست اراکین مجلس کے سامنے پیش کرتاہے،مجلس کے ہررکن کوحکم ہے کہ اپنی اپنی خصوصی معلومات کی روشنی میں ہرسوال کے متعلق حکم پیداکریں۔ہرشخص اپنے خیالات صدرکے سامنے باری باری سے پیش کرتاہے۔سب کی رائے سنی جاتی ہے ۔اس پربحث وتنقید ہوتی ہے۔آخرمیں صدرلوگوں کواپنی رائے سے مطلع کرتاہے۔پھرمجلس کے اراکین کبھی اس سے اتفاق کرتے ہیں اورکبھی اختلاف، اس درمیان میں مجلس کی پوری کارروائی یاکم ازکم مباحث کے نتائج ایک شخص باضابطہ ان کواپنے رجسٹرمیں درج کرتاچلاجاتاہے۔اس کوحکم ہے کہ ہررکن کی رائے خواہ مخالف ہویاموافق، سب کے نام کی تفصیل کے ساتھ رجسٹرمیں درج کی جائے اوریوں ہی یہ کام تیس سال تک جاری رہتاہے۔تاآنکہ ''اسلامی قوانین،، کاایک طومارہوجاتاہے۔جیساکہ امام محمد کے حالات میں لوگ لکھتے ہیں کہ''اسلام کے مختلف ابواب کے متعلق تقریبانوسو۹۰۰ کتابیں اس طریقہ سے انھوں نے تیارکی ہیں۔آج وہی کتابیں، کتاب الطہارت، کتاب الصلوۃ، کتاب المعاقل، کتاب المساقاۃ وغیرہ کے نام سے فقہ کی کتابوں کی جزبنی ہوئی ہیں۔

جہاں تک میراخیال ہے، اسدبن الفرات کی یہ رپورٹ مصریوں کے لئے ایک انقلابی رپورٹ تھی۔بظاہریہ بھی

☆ بیع ملامسہ: بائع یامشتری کہے کہ اگرمیں نے تجھے یاتیرے کپڑے کوچھولیاتوہمارے درمیان بیع ہوگی ☆

معلوم ہوتا ہے کہ وضع قوانین کی اس مجلس کی مدونہ کتابوں کی نقلیں بھی اسد اپنے ساتھ عراق سے مصر لائے اور ''الـذیـن دونو الکتاب ،، سے ان ہی منقولہ کتابوں کی تدوین کی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ بعض واقعات مثلاً طحاوی کے حوالہ سے عموماً کتابوں میں المزنی کے متعلق جو یہ فقرہ نقل کیا جاتا ہے کہ

کان یدیم النظر فی کتب ابی حنیفه (ابن خلکان ص ۱۹)

ترجمہ: وہ ہمیشہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی کی کتابوں کو دیکھا کرتے تھے۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں امام ابوحنیفہ کے اسکول (مکتب فکر) کی کتابیں پھیل چکی تھیں، جہاں تک میرا خیال ہے۔ منجملہ اور ذرائع کے مصر میں حنفی مسلک کی کتابیں زیادہ تر اسد بن الفرات کے توسط سے پہونچی ہیں ، بہر حال میرا خیال ہے اور قراین اور قیاسات اس کے موید ہیں کہ اسد بن الفرات جب ''العراق،، سے مصر واپس ہوئے ، تو حنفی مذہب کے متعلق مصر نے ایک نئی کروٹ لی اور اسد ہی کی بدولت '' مالکی فقہ،، جواب تک غیر مرتب حال میں اور زیادہ تر در سینہ تھی اس کی ترتیب اور سفینہ میں لانے کا خیال مالکی مذہب کے علماء کو پیدا ہوا۔ ابن خلکان کی اس سلسلہ میں تو صریح اور واضح شہادت ہے کہ مالکی مذہب کی اساسی کتاب ''المدونہ ،، کی ترتیب کا خیال عراق سے اسد بن الفرات کی واپسی کے بعد ہی پیدا ہوا، ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

اول مـن شـرع فـی تـصـنیف الـمدونة اسدبن الفرات المالکی بعد رجوعه من العراق(ص ۲۹۲ ج ۱)

اسد بن فرات مالکی جنھوں نے عراق سے واپس آنے کے بعد کتاب مدونہ کی تدوین سب سے پہلے شروع کی۔ خود اسد بن الفرات کا مدونہ کی تدوین کی طرف متوجہ ہونا، اس کی دلیل تھی کہ جو کچھ انھوں نے عراق میں دیکھا تھا، اسی طرز عمل کو '' مالکی فقہ،، کی تدوین کے متعلق اختیار کرنا چاہتے تھے بلکہ قاضی کے الفاظ ''بعد رجوعه من العراق،، کے بعد تو اس میں شک کرنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی تھی۔

مگر ''المدونہ،، کی تدوین کا کام کس طرح شروع ہوا۔ اس کی داستان بھی عجیب ہے، ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اسد بن الفرات کے مالکی استاذ ،ابن القاسم جن کا ذکر بار بار آچکا ہے وہ امام مالک کے ارشد تلامذہ میں تھے، انہی ابن القاسم اور اسد بن الفرات میں مدونہ کی تدوین کے متعلق کچھ گفتگو ہوئی، اس مشورہ کا مفصل حال تو مجھے نہ مل سکا، لیکن ابن خلکان کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی مجلس وضع قوانین کے ایک ناقص چربہ اتارنے کی کوشش مدونہ کی تدوین میں کی گئی۔ قاضی ابن خلکان نے المدونہ کی ابتدائی تدوین کی حالت

بیان کرتے وقت لکھا ہے:

اصلها اسئلة يسال عنها ابن القاسم فاجابه عنها

اس کی اصل چند سوالات ہیں ابن الفرات ان سے متعلق ابن قاسم سے پوچھتے تھے اور ابن قاسم اس کا جواب دیتے تھے۔

یعنی جیسے امام ابوحنیفہ کی مجلس میں پہلے سوالات قائم کر لئے جاتے تھے اور پھر جوابات ان کے نیچے درج ہوتے تھے، یہی طریقہ کار مدونہ کی تدوین میں بھی اختیار کیا گیا، لیکن کہاں امام کی مجلس کے سوالات کے متعلق ہر ہر رکن کا اپنا خیال ظاہر کرنا اور پھر ہر ایک کا اپنے نقطہ نظر کی توجیہہ میں وجوہ پیش کرنا، ان پر بحث کرنا، بالآخر کسی نتیجہ تک وفاقاً یا اختلافاً مجلس کا پہونچنا اور ہر ایک کی بجنسہ رائے کا مجلس کے رجسٹر میں درج ہونا، اور کہاں ایک ابن القاسم کے جوابات، دونوں میں جو فرق پیدا ہوسکتا تھا سو ظاہر ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے "مدونہ"، کے سوالات اسد ابن الفرات نے حنفی کتب خیال ہی کی کتابوں کی روشنی میں پیدا کئے ہوں گے اور ابن القاسم نے ان سوالات کے متعلق جو کچھ امام مالک سے سنا ہوگا وہ یا امام مالک کے اصول اجتہاد کو پیش نظر رکھ کر جو کچھ ان کے اور ان کے رفقاء کار کی سمجھ میں آیا ہوگا درج کراتے ہوں گے، جس کے معنی یہی ہوئے کہ اگر اسد بن الفرات قوانین اسلامی کی ترتیب کا طریقہ عراق سے سیکھ کر نہ آتے تو حضرت امام مالک اور ان کے تلامذہ کا علم منتشر اور پراگندہ حالت ہی میں رہ جاتا، آخر اگر یہ واقعہ نہ تھا تو "مدونہ"، کی تدوین کا خیال عراق سے جب اسد واپس آئے اسی وقت کیوں پیدا ہوا۔ حنفی مورخین جو اپنی کتابوں میں یہ نقل کرتے ہیں کہ علامہ ابن سریج الشافعی جو شوافع کے طبقہ میں "الباز الاشہب"، کے لقب سے مشہور ہیں، اور تیسری صدی کے مجددوں میں بعضوں نے ان کو کہا کہ، چار سو کتابوں کے خود مصنف تھے۔ انھوں نے کسی کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ پر کچھ طنز کر رہا ہے، ابن سریج نے (یاھذا) کہتے ہوئے اس کو مخاطب کیا، اور فرمانے لگے:

اتقع فی ابی حنيفة وثلاثة ارباع العلم مسلمة له وهو لايسلم لهم الربع

کیا تو امام ابوحنیفہ کی تنقیص کرتا ہے۔ تین چوتھائی علم تو ان کے لئے مسلم ہے اور وہ دوسروں کے لئے ایک چوتھائی علم بھی تسلیم نہیں کرتے۔

ابن سریج کی اس عجیب بات کو سن کر طعن کرنے والے نے ان سے حیرت سے پوچھا کیف ذالک (آخر یہ کیسے ہے) ابن سریج نے فرمایا، اور عجیب بات کہی:

☆ بیع مزابنہ: کٹے ہوئے پھل کو درخت پر لگے ہوئے پھل کے بدلے انداز افروخت کرنا ☆

لان العلم سوال وجواب ،وهو اول من وضع الاسئلة فله نصف العلم واجاب عنها فقال مخالفه في البعض "اصاب،،وفي البعض"اخطا ،،فاذا قابلنا صوابه بخطائه فله نصف النصف ايضا فسلم له ثلاثة ارباع العلم بقي الربع فهو يدعيه ومخالفويدعونه وهو لايسلمه لهم.(مقدمه مسانيد الامام الاعظم ص ۳۴ ج ۱)

کیوں کہ علم سوال وجواب ہے اور وہ پہلے شخص ہیں جس نے سوالات کو قائم کیا یہ ان کا آدھا علم ہوگیا اور انہوں نے اس کا جواب دیا تو آپ کے مخالفین نے کہا آپ کی بعض بات صحیح ہیں اور بعض میں خطا ہوئی اور جب ہم ان کے صحیح اور خطا جوابات کا تقابل کرتے ہیں تو یہ آدھے کا آدھا ہوا تو ان کے لئے تین چوتھائی علم مسلم ہوگیا۔اب جو باقی رہا وہ ایک چوتھائی ہے اور وہ اس ایک چوتھائی کا بھی دعوی کرتے ہیں اور دوسرے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں اور آپ اس کو ان کے لئے تسلیم نہیں کرتے۔۔

امام ابوحنیفہ اور ان کی مجلس کے اراکین کا اس باب میں ن رو ہونا ایک ایسی بات تھی جو تقریبا اس زمانہ میں مسلم تھی،احمد بن عبداللہ قاضی بصرہ نے بھی"الشروط،،یا'وثاق ومعاہدات،،کی تعبیر میں اس کا اقرار کیا تھا"الناس عيال على ابى حنيفه فى الفقه ، ،جس کے متعلق احناف میں مشہور ہے کہ یہ امام شافعی کا مقولہ ہے۔اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور ابن سریج کا بیان غالبا امام شافعی کے اسی قول کی شرح ہے۔

بہر حال جہاں تک قرائن وقیاسات کا اقتضاء ہے،اسد بن الفرات کے سوالات حنفی مکتب خیال کی کتابوں اور ان لوگوں کی تعلیم ہی کی روشنی میں قائم کئے گئے تھے،رہے جوابات ،تو گو عموما مشہور یہی ہے کہ ابن القاسم کے لکھوائے ہوئے ہیں ،لیکن ابن خلکان ہی نے اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے اس سے تو کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے،ابن خلکان نے اس کے بعد لکھا ہے کہ اسد بن الفرات اس کتاب،یعنی اپنے سوالات اور ابن القاسم کے جوابات کے مجموعہ کو لے کر قیروان پہونچے ،وہاں ان کے شاگرد مالکی مذہب کے مشہور عالم سحنون ہوئے ،تعلیم کے ساتھ اس کتاب کو بھی:كتبها عنه سحنون علامہ سحنون نے ان سے اس کو لکھا۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ مغرب میں اس وقت تک اس مجموعہ کا نام بجائے"المدونہ،،کے اسد بن الفرات کی نسبت سے"الاسدیہ،،ہی تھا۔مگر بعد کو سحنون خود ابن القاسم کی خدمت میں مصر آئے ،اس کے بعد ابن خلکان نے جو بات لکھی ہے اس کو مجھے پیش کرنا مقصود ہے،وہ لکھتے ہیں کہ سحنون نے ابن القاسم کے پاس پہونچ کر: فعرضها واصلح فيها مسائل (ص ۲۹۳ ج ۱)اس کو پیش کیا اور اس میں مسائل کی اصلاح کی۔

☆بیع سوم علی سوم وغیرہ:دوسرے شخص کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا۔(یہ ناجائز ہے) ☆

اسد جن کا علم دوآتشہ تھا (یعنی ابن القاسم اور امام محمد دونوں کے شاگرد تھے اور اس لئے فقہ مالکی وفقہ حنفی دونوں کے عالم تھے) ان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس کتاب میں ان سے علمی غلطیاں سرزد ہوئی تھیں، جن کی اصلاح سحنون نے ابن القاسم سے کرائی، ذرا مشکل ہے۔ بظاہر قیاس میں یہی بات آتی ہے کہ اسد سوال ہی کی حد تک نہیں بلکہ جوابوں میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ حنفی خیالات سے متاثر تھے اور اسی تاثیر نے ان کی کتاب کو قابل اصلاح بنادیا ہو، اور یہ روایت تو قاضی عیاض وغیرہ کے حوالہ سے ابن خلکان نے نقل کی ہے۔ اس کے ساتھ اگر مشہور نحوی متن کافیہ کے مصنف علامہ ابن حاجب المالکی کے بیان کے ایک حصہ کو پیش نظر رکھ لیا جائے جو ابن خلکان ہی میں ہے "مدونہ"، کے متعلق منقول ہے، یعنی سحنون اس مصحح نسخہ اور ابن القاسم کے ایک مراسلہ کے ساتھ پھر اسد بن الفرات کے پاس مغرب لوٹے، ابن القاسم نے اسد کو لکھا تھا:

یقابل نسخه بنسخةسحنون فالذی تتفق علیه النسختان یثبت و الذی یقع فیه الاختلاف فالرجوع الی نسخة سحنون ویمحی من نسخة ابن الفرات فهذه هی الصحیحة.

اس نسخہ کا علامہ سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کیا جائے دونوں نسخے جس پر متفق ہیں اس کو قائم رکھا جائے اور جس میں اختلاف ہو تو سحنون کے نسخہ کی طرف رجوع کرلیا جائے اور ابن فرات کے نسخے سے اس کو مٹادیا جائے یہی نسخہ صحیح ہے۔

لیکن اسد نے ابن القاسم کے اس حکم کی تعمیل نہیں کی، اگرچہ ابن حاجب نے جس نے یہ واقعہ سنا تھا، اس نے عدم تعمیل کی وجہ بتائی کہ اُسد نے اسے اپنی توہین خیال کیا، گویا شاگرد (سحنون) کی شاگردی قبول کرنی پڑی، لیکن میں اسد جیسے عالم کے متعلق علمی تصحیح کی راہ میں ایسی جھوٹی ادنی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں، بلکہ اصل واقعہ وہی معلوم ہوتا ہے کہ "الاسدیہ"، کے جوابات میں بھی حنفیت کے عناصر شریک تھے اور ان ہی کو ابن القاسم نے خارج کرایا ہوگا، اسد ان کے نکالنے پر آمادہ نہ ہوئے، قاضی عیاض کے بیان میں جو جز پایا جاتا ہے کہ سحنون نے علاوہ تصحیح کے کچھ ترتیب میں بھی ردوبدل کیا تھا اور اس کے ساتھ **احتج لبعض مسائلها بالاثار من روایته من موطا ابن وهب وغیره .**

اور اس کے بعض مسائل موطا ابن وھب وغیرہ کی اپنی روایت سے استدلال کیا۔

اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ بظاہر جن مسائل میں اسد نے اپنے عراقی اساتذہ کی رائے کو ترجیح دی ہوگی، ان کو خارج کرکے نقطۂ نظر کی آثار واحادیث سے تائید فراہم کی گئی ہوگی۔ (جاری ہے)

☆ بیع مساومہ: خرید کردہ قیمت کا اعتبار کیے بغیر کسی شے کو فروخت کرنا ☆

حواشی

ا۔الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ص۱۳۳ ج ۲)

۲۔(یہاں ایک بات ایسی ہے جس کے ذکر کئے بغیر جی نہیں مانتا، ابراہیم بن الجراح ہی کی طرف قاضی ابو یوسف کی موت کے وقت کا واقعہ منسوب کیا جاتا ہے، ابراہیم کہتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف بیمار تھے میں عیادت کے لئے گیا، ان کی حالت غیر تھی، لیکن اس وقت بھی مجھے دیکھ کر فرمایا کہ ابراہیم رمی جمار پیدل کرنا مستحب ہے یا سوار ہوکر، میں نے پیدل کہا، بولے نہیں، میں نے کہا تو سوار ہوکر، بولے یہ بھی غلط، پھر مسئلہ کی تفصیل کی، میں باہر نکلا، کہ اندر سے شور کی آواز آئی معلوم ہوا کہ قاضی ختم ہوگئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی آخری سانس تک ان ہی لوگوں نے خدمت کی ۱۲)

۳۔(میں نے امام ابوحنیفہ کی اس مجلس علماء کی تعبیر قصداً مجلس وضع قوانین کے الفاظ سے کی ہے، تاکہ وضع قوانین کے شورائی طریقہ کی ایجاد کا آج جو مغرب مدعی ہے یا اسے اپنے رومانی ویونانی اسلاف کی خصوصیت قرار دیتا ہے، اس کی غلطی ثابت ہو، ہاں دونوں مجلسوں میں اگر فرق تھا تو صرف اس قدر کہ مغربی مجالس قانون کے اساس اصول ملک کے قدیم رسم وروایات یا رومانی ویونانی قوانین ہیں اور امام ابوحنیفہ کی یہ مجلس بجائے اس کے کتاب وسنت وآثار کی روشنی میں قانون بناتی تھی ۱۲)

الفقه منا ان اردت تفقها

اخبرنا عمر بن ابراهيم المقرىء قال ثنا مكرم قال حدثنا ابو العباس احمد بن عبدالله الثقفى قال انشدنى على بن الحسين بن الاسود الطوسى الاسود يقول :

☆الفقه منا ان اردت تفقها ...... والجود والمعروف للمنتاب☆

☆طاوس منا وابن سيرين الذى ...... جمع التقى والعلم والاداب ☆

☆واخوهم المكحول يعرف فقهه ...... وعطاء منا ليس بالكذاب ☆

☆والعالم البصرى منا فاعلموا ...... فضل الرجال بعلم كل كتاب☆

واذا ذكرت اباحنيفة فيهم ...... خضعت له فى الراى كل رقاب☆

☆علماء قد وثق الانام بفقههم ...... مافيهم يوم القضاء بمجاب ☆

☆فى كل مشكلة و كل قضية ...... فيهم ذوو التفسير والالباب☆

☆ بیع فاسد: جو بیع اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن وصف کے اعتبار سے جائز نہ ہو☆